واقعۂ کربلا کیوں زندہ ہے؟

علامہ ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسن کامونپوری صاحب قبلہ

دنیا میں بڑے بڑے واقعات ہوئے، انقلاب آئے، لڑائیاں ہوئیں۔ ان کے چرچے کچھ دن رہے پھر خاموشی چھا گئی۔ اوران کے اثرات ختم ہوگئے۔ تاریخ نگاروں نے تاریخ کے مقبروں میں ان کی اس طرح حفاظت کی جس طرح ''ممی'' (Mummy) کی ہوئی لاشیں رکھی جاتی رہی ہیں۔ رنج کے قصے بھی ہیں اور خوشی کے بھی۔ کسی زمانہ میں ان کو دلچسپی سے سنا اور پڑھا گیا۔ پھر ان میں وہ تازگی اور دلکشی نہ رہی۔ لیکن کربلا کا واقعہ چودہ سو سال میں دن رات دہرایا گیا۔ اس کے رنج وغم کی یادیں منائی گئی گویا آج کا سانحہ ہے اور اس کی بڑھتی ہوئی ہردل عزیزی یہ کہتی ہے کہ یہ ہمیشہ زندہ رہے گا ؎

''انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ''

اس واقعہ کی عام کشش اور مقبولیت سے تمام دنیا واقف ہے لیکن اس کی کشش کا راز نفسیات کے مطالعہ اور تاریخ کی ورق گردانی سے کھلتا ہے۔ کیوں کہ اس واقعہ میں زندگی کے سنوارنے کے عملی طریقے ملتے ہیں جن کی ضرورت ہمیشہ محسوس ہوئی۔ غرض یہ واقعہ لیڈروں، عوام، مفکرین، رعایا اور حکومت کے لئے حدیں معین کرتا ہے۔ ہر ایک کو اس کا حق اور فرض بتاتا ہے۔ سب کو زندگی کے میدان میں سرگرم بناتا ہے۔

یہ واقعہ رہبروں اور مصلحوں کا سرمایہ ہے

آسمانی کتابوں نے عموماً اور قرآن حکیم نے خصوصاً انسان کی اصلاح وتہذیب کے لئے رہبروں اور مصلحوں کی جو رہنمائی کی ہے۔ کربلا کا واقعہ اس کی عملی تفسیر ہے۔ اگر ہم سرسری طور پر بھی سمجھ لیں کہ قرآن مجید نے رہبروں اور مصلحوں کی تائید کے لئے کیا کیا اہتمام کیا ہے تو یہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ کربلا کا واقعہ رہبروں اور مصلحوں کا زبردست سرمایہ ہے۔ انسان میں مختلف خواہشیں ہیں۔ ان کے غلط استعمال سے وہ اپنی اور دوسروں کی زندگی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس لئے ایسے رہبر و مصلح کی ضرورت ہمیشہ محسوس ہوئی۔ جو عوام کے اخلاق سدھارنے کے لئے فرد وجماعت کو نیکی کا پابند بنانے کے لئے برادری، مساوات، ہمدردی، ایثار، قربانی اور بلند نظری کا تصور پیدا کرنے کے لئے مظلوم کو ظالم کے پنجے سے چھڑانے کے لئے اور کمزور کو طاقتور بنانے کے لئے ایسے روشن اور عملی نمونے پیش کرے۔ جن سے سب کی ہدایت ہوجائے۔ اور ہر شخص اپنی اپنی حد میں زندگی کے کاموں میں لگ جائے۔ رہبری اور اصلاح کا کام خطروں سے بھرا ہوا ہے۔ راستے میں کانٹے ہی کانٹے ہیں۔ ہر قدم پر دہشت، خوف وہلاکت کا سامنا ہے، ان سب کے باوجود رہبر و مصلح خواہش پرستی کی راہیں بند کرتا ہے، اوہام وخرافات کی مخالفت

کرتا ہے، پرانی دیواریں گرا کرنئی تعمیر چاہتا ہے، اس کی باتیں نامانوس ہوتی ہیں اس کا پیام تلخ ہوتا ہے۔ اس کے مخالفوں کی کثرت ہوتی ہے، اس کو راستے سے ہٹانے کے لئے قوت، مکر، فریب، لالچ سب ہی ہتھیار استعمال کئے جاتے ہیں عقائد وخیالات معاشرت واخلاق کی اصلاح کی مہم آسان کام نہیں۔ پرانے رسم ورواج کو مٹانا، سلف کی اندھی تقلید سے روکنا، ہم سایہ قوموں کی غلطی کی پیروی سے منع کرنا اور بے عملی دور کر کے زندگی میں حرکت پیدا کرنا بڑی جفاکشی، برداشت اور قربانی کے بعد ہی ممکن ہے۔ رہبر اور مصلح کے سینہ میں بھی دھڑکتا ہوا دل گوشت اور خون ہی کا لوتھڑا ہوتا ہے۔ لیکن اسے اتنا قوی بنا دیا جائے کہ وہ فولاد کی طرح مضبوط ہوجائے۔ مزاحمتوں اور رکاوٹوں کا کوئی اثر نہ لے۔ کامل اخلاقی طاقت کے بغیر ممکن نہیں۔

اس تمہید کے بعد، اب ہم یہ بتانے کے قابل ہوئے کہ کربلا کا واقعہ دنیا کے سامنے ہر سال کیوں دہرایا جاتا ہے۔ اور دنیا کے دوسرے تاریخی واقعات کی طرح اس کے ذکر سے طبیعت کیوں نہیں اکتاتی؟ عالم کی تاریخ سو دوسو برس کے بعد مردہ ہوجاتی ہے۔ مگر اس میں کیا راز ہے کہ یہ واقعہ اثر کے اعتبار سے نور کا مینار بنا ہوا ہے اور اس کی زندگی پر کوئی کہنگی طاری نہیں ہوتی یہ واقعہ نہ صرف خود زندہ ہے بلکہ اس واقعہ کا صور جس مردہ قوم میں پھونکا جاتا ہے وہ زندہ ہوجاتی ہے۔ امام حسینؑ کی شخصیت انسانی آزادی کے سر کا تاج ہے۔ آپ آزادی کی تحریک کے بے نظیر محرک تھے۔ آپ نے ایثار، قربانی، شرافت، رواداری، استقلال، ثبات، سرفروشی، دلیری، بے جگری، تدبیر، جوش وخروش، اخلاص اور بے غرضی کے سورج کو کمال کے نصف النہار کی بلندی پر پہنچا دیا۔ کربلا کے واقعہ سے زیادہ نتیجہ خیز انسان آفرین مکمل وجامع کوئی دوسرا واقعہ عالم کی تاریخ کو یاد نہیں جس سے ہر طبقہ کے انسان فائدہ اٹھائیں، جس کی یاد غلامی کی زنجیریں توڑ دے۔ جس کا چرچہ پسماندہ قوموں کو آگے بڑھا دے جس کا ذکر ظالم کو اس کا انجام بتا کر اس کے حوصلے پست کردے۔ اس واقعہ میں خدا کی مرضی کا اتنا ہی لحاظ رکھا گیا۔ اور انبیاءؑ کی سنت کی ایسی ہی پیروی کی گئی اور قرآن کی ہدایت کی اس قدر پابندی کی گئی کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم عملی طور پر امام حسینؑ کی شکل میں مجسم ہوگئی۔ حفیظؔ ہوشیار پوری نے امام حسینؑ کی اس خصوصیت کے ذکر سے اپنی نظم کو دلکش بنایا ہے ؎

کیا سرخرو ہوا ہے ہجوم بلا کے بعد
ہر عزم ہیچ ہے تیرے عزم وفا کے بعد
انسان کو اپنی وسعت صبر و رضا کی حد
معلوم ہوگئی ترے صبر و رضا کے بعد
وہ زیر تیغ سجدہ وخوں ناب سے وضو
بے رنگ ہر ادا ہے تری اس ادا کے بعد

مصلح کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ حق کی راہ میں پہاڑ کی طرح جما رہے۔ امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے ثبات، پامردی اور استقلال کی مثالیں کس چیز سے دی جائیں؟ امام حسینؑ نے ایسے دھن کے پکّے بہتّر انسان دنیا کے سامنے پیش کئے جن پر باطل کا کوئی جادو کارگر نہ ہوا۔ نہ پانی کی بندش ان کے عزم پر قابو پاسکی، نہ موت کا یقین ان کے ارادوں کو بدل سکا۔ نہ امان کی پیش کش ان کو راستے سے ہٹا سکی، نہ لالچ کے ذریعہ سے انھیں مفتوح کیا جاسکا۔ نئی زندگی نے انھیں جب پکارا تو انھوں نے حیات کے کہنہ قفس کو توڑ ڈالا۔ نہ ہراس، نہ خوف، نہ دہشت، نہ سراسیمگی بلکہ مقصد کی صحت کا یقین، اسے ہر

انسان سمجھتا ہے کہ کربلا کا واقعہ گفتار ورفتار اور قول وفعل کا بے مثال سنگم ہے۔ امام حسینؑ اور ان کے ہمراہیوں نے جو کہا وہی کیا۔ عمل کی حد تک پہنچتے ہوئے عقیدے کے پاؤں اکثر تھک جاتے ہیں۔ اصول پیچھے رہ جاتے ہیں، مصلحت اندیشی یا جان ومال وآبرو کا خوف کسی دوسری راہ پر قدم ڈال دیتا ہے۔ لیکن یہ کربلا کی خصوصیت ہے کہ کسی بچے، کسی جوان، کسی بوڑھے، کسی غلام، کسی آقا، کسی مرد، کسی عورت نے اصول کے دائرہ سے کوئی قدم باہر نہیں رکھا۔ اپنے اصول سے ہٹنے میں ظاہر بظاہر دشمن سے بچ نکلنے کا امکان نظر آرہا تھا لیکن امام حسینؑ اور ان کی جماعت کی رائے میں وہ زندگی جو اصول شکنی سے حاصل ہوتی ہے موت سے بدتر تھی۔ اور وہ فتح وغلبہ ہزار در ہزار شکست سے بھی ناقص تھا جو باطل سے مدد لے کر حاصل ہوتا۔ جنگ کی ابتدا نہ کرنے کا اصول جس شدت سے امام حسینؑ نے برتا، اس کی دوسری کوئی مثال نہیں اور اگر کوئی مثال تاریخ کو یاد ہے تو وہ حضرت محمدؐ کے گھرانے سے باہر نہیں۔ اس اصول میں امن کا ایسا دائمی پیام چھپا ہوا ہے جو جنگ کو ناممکن بنا دیتا ہے۔ جب حُر کا پیاسا لشکر امام حسینؑ سے ملا تو زہیر بن قینؑ نے حضرت سے کہا کہ یہ قوم جو آج ہمارے مقابلے میں ہے۔ اس سے لڑ کر فیصلہ کر لینا آنے والی فوج کی بہ نسبت آسان ہے مگر امام نے اس مصلحت اندیشی کو اصول کے مقابلہ میں قبول نہ فرمایا۔ اس موقع پر حضرت کا جواب مَا كُنْتُ لَا بَدَأَهُمْ بِالْقِتَالِ میں تو جنگ کی ابتدا نہ کروں گا۔ تاریخ کے لئے دائمی فخر کا سرمایہ بن گیا ہے۔ اور صرف یہی نہیں کہ امام نے حُر کی فوج کو اس حالت میں پاتے ہوئے کہ وہ مغلوب ہوسکتی تھی، فنا نہیں کر دیا بلکہ اپنی ضرورت کا پانی پلا کر، انھیں دوسری زندگی عطا کی۔ اگر امام حسینؑ حُر کی فوج کو تلوار کے گھاٹ اتار دیتے یا پانی نہ دیتے اور پیاس سے مر جانے دیتے تو حالات کی ظاہری صورت میں کچھ تبدیلی ضرور پیدا ہو جاتی۔ لیکن امام حسینؑ اصول کی زنجیروں کو توڑ کر کوئی کامیابی حاصل کرنا عار سمجھتے تھے۔

اس موقع پر یہ توجہ دلانی لازمی ہے کہ اگر تمام دنیا امام حسینؑ کے صرف ایک اصول پر کاربند ہو جائے۔ تو جنگ کے پیدا کرنے والی سیاست کا مزاج ہی بدل جائے۔ اور خوف وہراس کے بادل بالکل چھٹ جائیں۔ اور ایک انسان کی دوسرے انسان پر اور ایک قوم کی دوسری قوم پر محبت والفت کی نظر پڑنے لگے۔

آج دنیا اخلاقی پستی اور شامِ ہلاکت کی طرف دوڑی جارہی ہے۔ ظاہری رہبروں میں صداقت وعزم کی بڑی کمی ہے۔ سچے رہبر ملتے نہیں، ہمیں یقین ہے کہ امام حسینؑ نے جو طریقہ کوفہ وشام کے فتنہ پردازوں اور مفسدوں کے مقابلہ میں اختیار فرمایا تھا وہی طریقہ اس عہد کے فتنہ پردازوں اور مفسدوں اور ظلم وجور اور نفاق کے علمبرداروں کے ساتھ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

کربلا کا مطالعہ جتنا گہرا ہوتا جائے گا مصلحین اور رہبروں میں مقابلہ کی قوت اتنی ہی بڑھتی جائے گی۔ اور وہ اپنی بے بسی وبے توانائی کو اپنی کمزوری نہ سمجھیں گے۔ بلکہ زندگی کی آخری سانس تک باطل کو مغلوب کرنے کی فکر میں لگے رہیں گے۔ تفکر وتدبر کے لئے یہ واقعات بہت کافی ہیں۔ امام پر ظلم وجور کی دھمکی کے خوفناک ہتھیار آزمائے گئے، قتل کی تجویزیں کی گئیں۔ جلاوطنی پر مجبور کیا گیا، پانی بند کیا گیا، محاصرہ میں لے لیا گیا، عزیزوں، دوستوں اور بھائی بھتیجوں کے ٹکڑے کر ڈالے اگر یہ کہا جائے کہ اگلے ظالم اور بدکیش قوموں نے

(بقیہ......صفحہ ۲۸/ پر)

یہ کہتے کہ کیسے امام تھے، کہ متواتر خط پر خط بھیجتے جا رہے تھے کہ آ کر اپنے نانا کے دین کو پھیلائیں۔ لیکن وہ اپنے کنبے اور اپنی جان بچانے کی فکر میں تھے، اور مسلمانوں کی دعوت قبول نہ کی۔

مگر امام جانتے تھے کہ حق کی راہ کیا ہے۔ اور اس پر چلنے کے لئے جانیں دینا ہوں گی۔ اور یہ یقین رکھتے تھے کہ اگر اس راہ میں اپنا تمام کنبہ قربان ہوجائے اور بھرا گھر اجڑ جائے تو بھی مضائقہ نہیں۔ مگر راہ حق دنیا پر نمایاں ہوجائے، کیا کہنا حسینؑ کی سیاست کا، دشمن اپنے گھوڑوں سمیت تشنگی کی شدت سے چور ہوکر امام کے سامنے آتا ہے۔ اور ایسے ہی موقعوں پر دنیا کے سیاست داں دشمن کو پسپا کر دیتے ہیں۔ بلکہ اگر یہ معلوم ہوگیا کہ دشمن فلاں مقام پر گھرا ہوا ہے تو آب وغذا بھی بند کر دیتے ہیں تا کہ یا تو وہ مطیع ہوجائے، یا تڑپ تڑپ کر مر جائے۔ مگر واہ رے حسینؑ کی سیاست، دشمن کو بھی پانی پلایا اور دشمن کے گھوڑوں کو بھی پانی سے سیراب کیا۔ یہ تھی سیاست حُسینی مگر ایک یزیدی سیاست کا رُخ بھی دیکھ لیجئے۔ ساتویں سے امام پر امام کے اہل وعیال پر اور رفیقوں پر پانی بند ہے۔ فوج کثیر نے دریا پر گھیرا ڈال رکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ بیعت کرو۔ یا لڑائی کے لئے تیار ہوجاؤ اُدھر ۳۰ ہزار اور اِدھر گنے گنائے صرف ۷۲ جن میں ایک ششماہہ بھی ہے۔

آخر شبِ عاشور بھی آئی۔ امامؑ نے ایک شب کی مہلت عبادت الٰہی کے لئے مانگی۔ تمام جاں نثاروں، عزیزوں اور دوستوں کو جمع کیا۔ اور عاشور کے مصائب سے انھیں پھر آگاہ کیا۔ اور خواہش کی کہ جو جانا چاہیں وہ چلے جائیں بلکہ بیعت بھی اٹھالی۔ تا کہ جانے میں تامل نہ ہو۔ جب کوئی نہ گیا تو شمع گل کر دی اور کہا کہ اس رات کی تاریکی میں جو جانا چاہیں چلے جائیں۔ مگر کوئی نہ گیا اور سب نے کہا کہ ایک بار کیا اگر ستّر دفع بھی قتل کئے جائیں اور زندہ ہوں تو پھر بھی جانیں انھیں قدموں پر نچھاور کر دیں گے۔ یہ تھی سیاست حسینؑ جو دلوں پر حکومت کر رہی تھی۔ کب دنیا میں کوئی ایسی مثال ملتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر یزید اپنی فوج سے کہتا کہ تم سب کو کل مرجانا ہے اور یقینی مرنا ہے اور جس کا جی چاہے وہ خوشی سے چلا جائے مجھے عذر نہیں تو یقینا چراغ بجھانے کی بھی ضرورت نہ پڑتی۔ اور تمام فوج جان بچا کر بھاگ جاتی۔

حسینؑ کا مقصد بقائے اسلام تھا، یزید کی بیعت گوارا نہ کی۔ عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دی۔ اسی اصول پر قائم رہے اور اسی اصول پر قائم رہنے کی دعوت دی۔

اس شہادت نے دنیا پر واضح کر دیا کہ حق کے راستے پر کون ہے اور باطل کے راستے پر کون۔ اور آج دنیا کی ہر قوم حسینؑ کو شہید راہِ مستقیم مانتی ہے۔ اور ان کے اس قول ''ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے'' پر عمل کرنے کو اپنا ایمان اور اصل انسانیت سمجھتی ہے۔

❁❁❁

بقیہ..........واقعۂ کربلا کیوں زندہ ہے؟

ظلم وستم کے جتنے ڈھنگ نکالے انھیں انتہائی مبالغہ کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کے مقابلہ میں استعمال کیا گیا۔ اور اگلے رہبروں اور مصلحوں نے دعوت ونصیحت کی جتنی راہیں نکالیں۔ امام حسینؑ کا ہر قدم ان پر ایک ترقی تھا۔ تو یہ عین حقیقت کے مطابق ہے۔ اگر ہم کو نفس کی تربیت ضمیر کی پاکیزگی، مظلوم کی ہمدردی، ظالم سے نفرت، حق کی حمایت، خدا کی محبت، صبر واستقلال، بہادری وغیرت کے لئے کوئی مثال سامنے رکھنی ہے اور کسی سے سبق لینا ہے تو یہ آرزو امام حسینؑ کی پیروی سے پوری ہوسکتی ہے۔ امامؑ کے مشن، امامؑ کے تدبر، امامؑ کی آئیڈیالوجی نے اپنا مقام، وقت اور جگہ کی سطح سے اونچا بنالیا ہے۔ حضرت کے نقش قدم، ہر زمانہ اور ہر مقام میں ہمیشہ ہمیشہ رہنمائی کرتے رہیں گے۔ اور سب آپ کی راہ پر چل کر دوسروں کے لئے مثال بن سکیں گے۔ ❁❁❁